فقہ النعت

فقہ لغوی اعتبار سے سمجھ بوجھ اور بصیرت کا نام ہے ۔نعت ، رسول اکرم ﷺ کے اوصاف وکمالات کے بیان کا نام ہے ،حضور کے اوصاف وکمالات کو پوری سمجھ بوجھ اور بصیرت سے بیان کرنا نعت گو شاعر کی شرعی ذمہ داری ہے ۔ جناب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب نے نعت گو شعراء کی توجہ اپنے درج ذیل مقالہ میں باحسن وجوہ اس ذمہ داری کی جانب مبذول کرانے کی کوشش کی ہے ۔مقالہ طویل ہونے کے باعث ہم اسے قسط وار پیش کریں گے ۔ قسط اول مطالعہ فرمائیے اور اپنی آراء سے بھی مستفید کیجئے ۔

شرعی معیارات کی پرکھ کے اصول:

نعت کے مافیہ (content) یا متن (text) کی اہمیت ہر قسم کی شاعری کے مافیہ سے زیادہ ہے۔نعت کے نفسِ مضمون کے فکری رشتے قرآن و حدیث سے بڑے گہرے ہیں۔اس لیے قرآن و حدیث کے مفاہیم کو شعری قالب میں ڈھالنے کے ہنگام استنادی شان کو برقرار رکھنا اور متن کا شعری حسن بھی برقرار رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔تاریخ اسلام کے مستند حوالوں کو شعری پیکر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔اس موقع پر اپنے جذبات ،اپنی خواہشات اور اپنے مذہبی تعصّبات کو قابو میں رکھتے ہوئے راہِ مستقیم پر چلنا اور وادیِ نعت سے سرخرو گزر جانا بہت بڑی کامیابی کی دلیل ہے۔کیوں کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ سچائی کا عنصر ہر سطح پر برقرار رہ سکے۔

شرعی معیارات ،نعتیہ شعری سرمائے کو پرکھنے کے لیے سراجِ منیر کا حکم رکھتے ہیں۔اِن کا شعور قرآن و حدیث ،آثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، عہد نبوی کے شعراء کے کلام اور تاریخ کے بلا تعصب مطالعے سے پیدا ہوسکتا ہے۔حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لا یجمع الله هٰذهِ الامة علیٰ الضلالة ابدا" (اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا)"۔(۷)

اس حدیث کی روشنی میں امت کے سواد اعظم اہلِ سنت والجماعت کی مستند روایات اور صحاح ستہ اور احادیث و سیَر کی امہاتِ کتب کا مطالعہ کرنا شاعر کے لیے بھی ضروری ہے اور نقاد کے لیے بھی تاکہ دینی شعور کی روشنی میں شعری اقدار پرکھی جاسکیں کھرے خیال کو کھوٹے خیال سے ممیّز کیا جاسکے۔اہلِ سنت والجماعت کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ ان کا اندازِ فکر خاصی حد تک (بلکہ ضروری حد تک) معروضی ہوتا ہے۔وہ نہ تو کسی ولی اللہ کو برا جانتے ہیں اور نہ ہی کسی صحابیِ رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔انہیں تمام ازواجِ مطہرات سے بھی محبت ہے اور وہ اپنے تعصب کی بنا پر اولادِ رسول ﷺ کی تعداد کو قصداً گھٹانے کی جسارت
بھی نہیں کرتے۔الحمدللہ! یہی طبقہ نعتیہ شاعری سے زیادہ شغف بھی رکھتا ہے۔

شاعری میں جذبہ اور احساس ہی شعر کا جزو بن کر اس کا حسن بڑھاتا ہے۔نعتیہ شاعری میں جذبے اور احساس کے ارتعاشات کو شعری پردے پر ابھارنے کا عمل انتہائی سچائی اور احتیاط کا تقاضا کرتا ہے۔

جدید عہد نے نعتیہ مضامین کو بڑی وسعتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ان موضوعات میں کیا کیا شامل ہے؟اس طرح کی کوئی فہرست بنانا تو ممکن نہیں ہے لیکن ہم اس مسئلے کو چند احساساتی اور فکری ابعاد (dimensions) کے حوالے سے دیکھ سکتے ہیں۔مثلاً

۱۔حضورِ اکرم ﷺ کی ذات کے جمالِ صوری کے حوالے سے بھی شعر کہے جاسکتے ہیں

۲۔حضورِ اکرم کے اسمائے مبارکہ کی معنوی تنویر سے بھی اشعار میں جگمگاہٹ پیدا کی جاسکتی ہے

۳۔حضورِ اکرم ﷺ کے جمالِ معنوی یعنی سیرت و اسوۂ مقدسہ کے حوالے سے بھی اظہارِ خیال کیا جاسکتا ہے

۴۔شاعر،حضورِ اکرم ﷺ کی الفت اور آپ کی اتباع کی آرزو کا اظہار بھی کرسکتا ہے

۵۔حضورِ اکرم ﷺ کی تعلیمات کا ذکر بھی جزوِ نعت بن سکتا ہے

۶۔حضورِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی کسی ادا کا ذکر بھی نعت کی زینت بن سکتا ہے

۷۔حضورِ اکرم ﷺ کا تعلق مع اللہ بھی نعت سے مترشح ہوسکتا ہے۔(ایسے تعلق کو صوفیا کرام نبی ﷺ کی جہتِ ولایت سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی بنیاد پر نبی ﷺ کی ولایت کو ان کی جہتِ نبوت سے افضل جانتے ہیں۔۔۔لیکن یہ بڑا نازک معاملہ ہے)۔

۸۔نبی ﷺ کا تعلق مع الخلق بھی نعت کا موضوع ہے۔دراصل یہی نبوت کی غرض وغایت ہے۔ نبی ہی تو خلق کو خالق سے متعارف کرواتا ہے اور خالق کے احکامات سے آگاہ کرتا ہے

۹۔نبی ﷺ کی ذات کی عظمت کے حوالے سے بھی نعت میں روشنی پیدا کی جاسکتی ہے

۱۰۔نبی ﷺ کے معجزات کے ذکر سے بھی نعت لکھی جاسکتی ہے

۱۱۔نبی اکرم ﷺ کا اپنے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تعلق کا اظہار بھی نعت ہے

۱۲۔نبی ﷺ کا اپنے اہل بیت یعنی آپ کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ تعلق کا ذکر بھی مدح رسول ﷺ ہی کے ذیل میں آتا ہے۔

۱۳۔نبی ﷺ کا اپنی آل کے ساتھ تعلق بھی نعت کا موضوع ہے

۱۴۔نبی ﷺ کے اقوال یعنی حدیثِ پاک کے حوالوں سے بھی نعت مزین ہوسکتی ہے

۱۵۔نبی ﷺ کے اعمال کے ملفوظی اظہار کو بھی نعت کہا جاتا ہے

۱۶۔نبی ﷺ کے ایسے معاملات بھی نعت کا جزو بن سکتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے کسی کو کوئی ایسا عمل کرتے دیکھا جس کی کوئی نظیر موجود نہ تھی، تب بھی آپ نے منع نہیں فرمایا۔نبی اکرم ﷺ کے ایسے رویئے یعنی ''سکوت'' کو اصطلاحاً

''تقریر'' سے تعبیر کیا جاتا ہے

۱۷۔حضورِ اکرم ﷺ کے غزوات کا ذکر بھی نعت ہے

۱۸۔حضورِ اکرم کے خطبات کے منظوم اظہار کو بھی نعت کہتے ہیں

۱۹۔حضورِ اکرم ﷺ کی بزم آرائی کے ذکر کو بھی نعت کہتے ہیں

۲۰۔شاعر کی طرف سے اپنے غم کا استغاثے کی شکل میں اظہار بھی نعت ہے

۲۱۔امت کی طرف سے استغاثہ پیش کرنے کا عمل بھی نعت ہے

۲۲۔شفاعت طلبی کی التماس بھی نعت ہے

۲۳۔خواب میں حضورِ اکرم ﷺ کے دیدار کی آرزو کا شعری اظہار بھی نعت ہے

۲۴۔حضورِ اکرم سے نسبت رکھنے والے اشخاص، اصحاب، ازواج اور اشیاء کا ذکر بھی نعت ہے۔شرط صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال یا تاریخی حوالوں سے بات بالکل سچی ہو اور بیان میں اعتدال رہے

۲۵۔ہر اس خطے کا ذکر بھی نعت بننے کا متحمل ہوسکتا ہے، جس میں حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ دنیوی میں قدم رنجا فرمایا

۲۶۔مدینہ منورہ کا ذکر، اس تک رسائی کی آرزو اور اس شہر کی فضیلتوں کا بیان، سب نعت ہے

۲۷۔گنبدِ خضریٰ کا تذکرہ بھی نعت ہے اور مسجدِ نبوی کا حوالہ بھی نعت ہے

۲۸۔شاعر اپنے احساسات کی سچی عکاسی کرتے ہوئے حب رسول ﷺ کا اظہار کرے تو وہ بھی نعت ہی ہے

غرضیکہ اس موضوع کے ہزار ہا زاویے ہیں۔شاعر کے احساسات، اس کے قلبی احوال، ہجر نبوی کا اظہار، مدینہ طیبہ سے دوری کے احساس کا شعری مرقع، مدینہ پہنچ جانے پر اپنے نصیب پر رشک اور حیرت واستعجاب میں ڈوب جانے کی کیفیت کا اظہار وغیرہ، سب ہی کچھ تو نعت کا موضوع بن جاتا ہے۔شرط صرف اتنی ہے کہ بیان میں اعتدال ہو، اظہار میں سچائی ہو، تلمیحات کا پس منظر بالکل درست اور مستند ہو۔یعنی تلمیحات میں اشارتی بیان کی وضاحت قرآن، حدیث،

آثارِ صحابہ کرام اور تاریخ کے واقعات میں موجود ہو۔اس طرح بیان کی سچائی کے شرعی تقاضے پورے کیے جائیں۔اس سلسلے میں شاعر کے لیے موضوع اور من گھڑت

روایات اور احادیث کی آگہی ضروری ہے تاکہ وہ کسی غلط بات کی ترویج و اشاعت کا ذریعہ نہ بن سکے۔نقاد کے لیے یہ سب جاننا بہت ضروری ہے۔

شاعروں کے لیے یہ بات بھی بہت اہم ہے کے کہ اگر وہ براہِ راست حضورِ اکرمﷺ سے مخاطبہ کریں تو اس میں قرآنِ کریم کی ہدایات کو پیشِ نظر رکھیں۔قرآن کریم میں ہے:

يَآ يُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْ فَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْالَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O

اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ بلند کرو اپنی آوازیں اوپر نبی کی آواز کے اور نہ اونچی کرو اپنی آواز اس کے سامنے بات کرتے وقت جیسے اونچی آواز میں بولتے ہو تم ایک دوسرے کے ساتھ، کہیں ایسا نہ ہو کہ غارت ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر بھی نہ ہو O (۸)

امتناعی نکات:

نعت کے اشعار کی شعری بُنت میں شرعی حدود کا خیال رکھنے کے لیے کچھ امتناعی زاویوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔مثلاً

ا۔نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔اس تصور کے منافی کوئی خیال شعر میں نہیں باندھنا چاہیے۔اس نکتے کی تفہیم کے لیے ایک صوفیِ صافی دل شاعر رزی جے پوری کا ایک شعر

نقل کر دینا ہی کافی ہوگا۔وہ کہتے ہیں:

محمدؐ کو خدا کہنا، خدا کو مصطفا کہنا
یہ ہے ترکِ مدارج، شرک ہے، الزام وتہمت ہے (۹)

☆حضورِ اکرمﷺ، اللہ رب العزت کے بندے ضرور ہیں لیکن اللہ کی تمام

مخلوقات میں صرف آپ ﷺ کی ذات افضل ہے۔

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ایسی صورت میں کسی اور کو آپ ﷺ کا ہم مرتبہ یا ہم رتبہ ظاہر کرنا۔کسی خاص صفت میں نبی ﷺ کا شریک قرار دینا۔صریحاً شرک فی النبوت ہے۔حضورِ اکرم ﷺ کی ذات ہی صرف وجہِ تخلیقِ کائنات ہے۔صرف حضورِ اکرم ہی کی ذات ''معصوم عن الخطاء'' ہے۔حضورِ اکرم کے قرابت دار، اصحاب اور ازواج سب ''محفوظ عن الخطاء'' ہیں۔یہ نکتہ ضرور ملحوظ رہے۔

☆محض عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کے خیال سے کسی فلمی گانے کی طرز پر نہ تو شعر کہے جائیں اور نہ ہی اس گانے کی دھن اپنائی جائے۔

☆حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا مطالبہ نہ کیا جائے کہ ''آپ ایک بار پھر دنیا میں تشریف لاکر ہماری حالتِ زار ملاحظہ فرمائیں''۔کیوں کہ اسلام میں آپ ﷺ کی بعثتِ ثانی کا کوئی تصور نہیں ہے۔استغاثہ،بحدِ اعتدال پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆انبیائے سابقین کی ذات سے حضورِ اکرم کی ذاتِ اقدس کی افضلیت ثابت کرتے ہوئے کہیں ان انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کا پہلو نہ نکلے۔اس ضمن میں بہت احتیاط درکار ہے۔

☆کسی صحابی یا آپ کے کسی رشتہ دار امتی کا ذکر اس طرح نہ کیا جائے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی تبلیغی سرگرمیوں کی کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھنے کی کوشش ظاہر ہو۔یا یہ ظاہر ہو کہ اگر وہ صحابی نہیں ہوتے تو دین پھیلتا ہی نہیں۔تمام اصحاب النبی ﷺ ،ازواج النبی ﷺ اور بنی ﷺ کے ہاشمی قرابت دار،امت کے لیے محترم ضرور ہیں لیکن حضور ﷺ کے صرف خادم اور امتی ہیں۔

☆معراج میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لیے فلک الافلاک کی سیر کرائی تھی۔اسی بات کا ذکر قرآنِ کریم میں ہے۔اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔معراج کی تفصیلات قرآن کریم میں موجود ہیں اور تفاسیر میں معراج کی روایت صحیح احادیث کی روشنی میں بھی ملتی ہے۔اس لیے یہ کہنا کہ

''اللہ نے حضورا کرم ﷺ کو دیدار کے لیے طلب فرمایا تھا'' بڑی بھاری غلطی اور ظلم ہے کیوں کہ اللہ کی شان ''البصیر'' کا استخفاف ہوتا ہے۔

☆معجزات کے بیان میں بھی صرف حضورِ اکرم ﷺ کی عظمت کا خیال پیش کیا جائے ، کسی صحابی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے کسی معجزے کا تصور پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

☆نعتیہ اشعار میں اصحاب النبی ﷺ ، ازواج النبی ﷺ اور نبی علیہ السلام کے قرابت داروں کا ذکر مناقب کے اشعار کی صورت میں آتو سکتا ہے۔لیکن صرف اس لیے کہ ان اشعار سے حضور ﷺ ہی کی عظمت ظاہر ہو۔ان حضرات میں سے کسی کا بھی حسنِ سیرت و کردار، کرامت ، اور حسنِ معنوی، صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ کی تربیت اور فیضانِ نظر کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے اس کے علاہ کچھ نہیں۔

تاریخی استناد کی روشنی میں نعتیہ اشعار کی پرکھ کے اصول:

☆ تاریخی واقعات کو بھی اپنے تعصب کی نذر نہیں کیا جانا چاہیے۔حقائق کسی کے توڑنے مروڑنے سے چھپتے نہیں ہیں ، البتہ ان کوششوں سے تفرقے پیدا ہو جاتے ہیں۔تاریخ میں کذب و دروغ کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔تاریخ اسلام میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں۔اس لیے شاعر کو چاہیے کہ قرآن وسنت اور احادیث کی مستند روایات ، آثار اصحاب النبی ﷺ کے مستند احوال کے سامنے کسی ایسی روایت کو شاعری کا حصہ نہ بنائے جس میں غیر محسوس طور پر ''کذب'' کی آمیزش ہو۔اس بات کی تفہیم کے لیے ایک مثال پیش کرنی ہے۔

تاریخ میں لکھا ہے اور بہت لوگوں نے بغیر تحقیق یہ بات باور کرلی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے

کاندھوں پر اٹھایا اور بلندی پر نصب بت کو توڑنے کا حکم فرمایا۔یہ واقعہ درایت کی رو سے بھی غلط ہے اور روایت بھی اس کی بالکل غلط ہے۔علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی نے بروایت سنن ابی داؤد لکھا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ ضرور تھے لیکن علی بن ابی طالب نہیں بلکہ نواسہء رسول ﷺ، حضرت بی۔بی۔زینب رضی اللہ عنہا کے فرزند علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے:

"**فحمل علی بن ابی العاص علیٰ عاتقه** یعنی آپ ﷺ نے علی بن ابی العاص کو اپنے کاندھے پر اٹھایا"۔(۱۰)

رحمۃ اللعالمین کے مصنف قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے لکھا ہے:

"فتح مکہ کے دن یہی علی سبطِ رسول، نبی ﷺ کے ناقہ پر حضور کے ردیف تھے"(۱۱)

یہ تو صرف ایک مثال ہے تاریخ میں بے احتیاطیوں اور قصداً داخل کی جانے والی روایتوں کی وجہ سے آج امت میں انتشار ہے۔اس لیے شاعر کو ہر بات تحقیق کر کے اپنے شعر میں تلمیح کے طور پر اختیار کرنی چاہیے۔شاعر کے ذہن میں تاریخ اور حدیث کے متون کا فرق بھی رہنا چاہیے۔جہاں تاریخ کا اندراج حدیث سے متصادم ہو، وہاں حدیث کو ترجیح دینا ضروری ہے۔اس لیے کہ حدیث کے متون کی چھان پھٹک تاریخ کے متون سے کہیں بہتر طور پر ہوئی ہے اور

حدیث کی پرکھ کا کام کسی ایک فرد نے نہیں صلحاء کی ایک بڑی جماعت نے انجام دیا ہے۔جبکہ تاریخ کسی ایک فرد کی کوشش سے لکھی جاتی ہے۔اس کی استنادی شان حدیث کے مقابلے میں بہت کم ، بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔حدیث کی جانچ پڑتال کے لیے ایک علاحدہ علم "اسماء الرجال" موجود ہے۔اس کے برعکس مورخ کی سیرت پر کوئی محاکمہ نہیں کیا جاتا ہے۔اس کے بیان کو بغیر تقابلی جائزے کے صحیح سمجھنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔

شعری، شرعی، تاریخی اعتبار سے کمزور اور غیر ممکن الوقوع خیالی باتوں کی شعری مثالیں:

شعراء اور نقادانِ فن کی توجہ مبذول کروانے کی غرض سے چند ایک ایسی مثالیں پیش کر دینا ضروری ہے جن کی شعری بنت، قرآن، حدیث یا تاریخی سند سے متصادم ہے:

قرآن کے صریح بیان سے متصادم شاعری کی مثال:

ا۔واقعۂ معراج:

اردو نعتیہ شاعری میں سب سے زیادہ جس واقعے کو خیالی شاعری کے ذریعے روحِ قرآن کے خلاف شعری بنت میں لایا گیا ہے، وہ واقعۂ معراج ہے۔اس کی بے شمار مثالیں نعتیہ ادب کا حصہ بن چکی ہیں۔قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے صاف بیان فرمایا ہے:

"(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک۔بابرکت بنادیا ہم نے جس کے گردونواح کو تاکہ دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں"۔(۱۲)

اس کے علاوہ سورۂ نجم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جب سدرہ پر چھارہا تھا جو کچھ چھارہا تھا۔نہ درماندگی ہوئی چشمِ (مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں"۔(۱۳)

ضیا القرآن میں پیر محمد کرم شاہ الازہری نے تفسیرِ مظہری کے حوالے سے لکھا ہے:

"یعنی آیاتِ کبریٰ سے مراد عالمِ ملکوت کی وہ عجیب وغریب چیزیں ہیں جن کا مشاہدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفرِ معراج پر جاتے ہوئے اور واپسی کے دوران میں کیا جیسے براق، سمٰوات، انبیاء، فرشتے، سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماوا وغیرہا۔۔۔۔ان اشیاء کو آیاتِ کبریٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان آیات کے ساتھ جن مخصوص تجلیات کا تعلق ہے اور اللہ کی رحمتوں اور برکات کا نزول جس کثرت سے ان پر ہوتا ہے، وہ کسی دوسری آیت کو نصیب نہیں"۔(۱۴)

آیاتِ قرآنی کے ترجمے اور کچھ تفسیری حاشیئے سے سفرِ معراج کی غرض وغایت واضح ہوجاتی ہے۔لیکن ہمارے شعراء اس سفر سے عجیب وغریب باتیں منسوب کرکے اپنے اشعار کو چٹخارے دار بنانے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔مثلاً:

''کچھ اس انداز سے بختِ شبِ معراج چمکا ہے
اجالا تو اجالا ہے، اندھیرا بھی اندھیرا ہے
جو پردہ مدتوں سے درمیاں تھا آج الٹا ہے
محمدؐ عرش پر بیٹھے ہیں چپ خالق یہ کہتا ہے
تمہارا گھر ہے اپنے گھر میں شرمایا نہیں کرتے'' (۱۵)

درجِ بالا بند میں پہلے تین مصرعے ہلال جعفری کے ہیں۔ان مصرعوں میں بیان کی صفائی بھی ہے اور اعتدال بھی لیکن قمر جلالوی کے جس شعر پر یہ تین مصرعے لگائے گئے ہیں وہ معراجیہ ادب میں انتہائی رکیک شعر ہے۔حیرت ہے کہ قمر جلالوی نے جو غلطی کی تھی اس کو تضمین نگار نے خوبی جانا اور اس مبتذل شعر کی تضمین کر دی!

قمر جلالوی کا یہ شعر غزل کا محاکاتی بیان لیے ہوئے ہے اور رومانوی انداز کی شاعری کا نمونہ پیش کر رہا ہے۔اس شعر میں نہ تو معراجِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی غرض و غایت کا لحاظ کیا گیا ہے اور نہ ہی واقعاتی صداقت کا پہلو سامنے رکھا گیا ہے۔یہاں تو ہر عیب سے پاک خالق کو اپنے مقدس اور پاکیزہ بندے اور رسول ﷺ سے ملتے ہوئے ایسے دکھایا گیا ہے کہ اس کی تشریح کرنے میں دینی حمیت اور غیرتِ ایمانی مانع ہے۔پھر اپنے رب سے ایسی بات بھی منسوب کر دی گئی ہے جو ہر قرینے سے ''کذب'' کے زمرے میں آتی ہے۔قمر جلالوی کے شعر کا دوسرا مصرعہ اس انداز سے لکھا گیا ہے کہ یہ قول، اللہ تعالیٰ کا قول بن کر سامنے آیا ہے۔۔۔۔ ع ''تمہارا گھر ہے۔۔۔الخ''۔

یہ تو ایک مثال ہے۔معراج کے حوالے سے نعتیہ شاعری میں بے شمار اشعار ایسے مل جائیں گے جن میں اللہ رب العزت کو حضورِ اکرم ﷺ کے دیدار کا تمنائی ظاہر کیا گیا ہے۔گویا [معاذ اللہ] اللہ تعالیٰ زمین پر چلتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔اس ضمن میں بڑے بڑے جغادریوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔علامہ قابل گلاؤٹھوی کا ایک شعر ہے جس کی تضمین ہلال جعفری نے کی:

☆الکون بنیی علی النظام فعلیك بالترتیب فی ملبسك وبیتك ومکتبك وواجبك.☆

''عرش پرنور کی قندیل سے چلتا ہے پتہ
عبد و معبود کی تشکیل سے چلتا ہے پتہ
آمدِ حضرتِ جبریل سے چلتا ہے پتہ
شبِ معراج کی تفصیل سے چلتا ہے پتہ
اپنے ہی حسن کے خود طالبِ دیدار ہیں آپؐ''(۱۶)

اس تضمین کے دوسرے مصرعے میں ''تشکیل'' کا لفظ ''عبد و معبود'' کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔تشکیل کے معنی ہیں شکل بنانا، صورت بنانا، خاکہ تیار کرنا، بنانا، مرتب کرنا، شکل دینا۔(اردو لغت، اردو ڈکشنری بورڈ)۔معراج کے حوالے سے اللہ اور رسول ﷺ کی ملاقات کو تشکیل کا نام دینا کسی طور مناسب نہیں ہے۔خیر یہ تو لسانی مسئلہ ہے۔قابل گلاؤٹھوی نے ''اپنے ہی حسن کے خود طالبِ دیدار

ہیں آپؐ'' کہہ کر معراج کے واقعے کو عجیب رنگ دیدیا۔اب ذرا غور فرمایئے:

☆''آپ'' کی ضمیر اگر حضورِ اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے، تب تو یہ مطلب ہوگا کہ حضور ﷺ کا حسن ہی اللہ تعالیٰ کا حسن بھی ہے اور آپ ﷺ اپنے ہی حسن کی طلب میں معراج پر تشریف لے گئے تھے۔اس طرح سوچنے سے دو نکتے زیرِ غور آئیں گے:

☆حضور ﷺ کا حسن اصل ہے اور [نعوذ باللہ من ذالک] اللہ تعالیٰ کا حسن فروع۔

☆معراج پر جنابِ رسالت مآب ﷺ اپنی مرضی سے تشریف لے گئے تھے۔

اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔پہلی بات اس لیے کہ اللہ کا وجود ''واجب'' ہونے کے بجائے ''ممکن'' ہونے کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔۔۔اور دوسری بات واقعاتِ معراج کے صریح خلاف ہے۔پتہ نہیں شاعر کو ''شبِ معراج کی تفصیل سے'' کیا پتہ چلا تھا؟

قمر رعینی جیسے بالغ نظر شاعر نے جب معراج کی تلمیح کو متنِ شعر بنایا تو عجیب بات کہہ گیا:

''موسیٰ اللہ کے جلووں کے تمنائی تھے

اُنؐ کے دیدار کا اللہ تمنائی ہے''(۱۷)

اس شعر میں اللہ کونعوذ باللہ دیدارِ محبوب، حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے محروم جان کر یہ خیال نظم کردیا گیا ہے کہ ''اللہ بھی ان کے دیدار کا تمنائی ہے''۔ اس طرح اللہ کی دو صفات کی نفی ہوگئی۔ ''البصیر'' اور ''الصمد''۔ وہ ہر شے کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہ کسی شے کا محتاج نہیں ہے۔ تمنا کرنا محتاجوں کا کام ہے، اللہ کا نہیں۔

قرآن کریم کے واضح اعلان سے انحراف کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

''انا بشرٌ زمانہ تم کو سمجھے، ہم نہ سمجھیں گے

بنائے کن فکاں تم، وجہ تخلیقِ جہاں تم ہو''(۱۸)

اس شعر کا متن، سورۂ حٰمٓ السجدہ کی درجِ ذیل آیت سے اخذ کیا گیا ہے۔

''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ...'' (اے نبیؐ اِن سے کہیے کہ بس میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا بتایا جاتا ہے بذریعہ وحی مجھے کہ بس تمہارا معبود ایسا معبود ہے جو ایک ہی ہے)۔(۱۹)

محولہ بالا شعر میں حضورِ اکرم ﷺ کی بشریت سے انکار کے لیے شاعر نے قرآن کے الفاظ دہرانے کے بعد اپنا موقف بیان کیا ہے۔ اللہ مرحوم شاعر کی غلطی معاف فرمائے (آمین)! (جاری ہے)